وحیِ الٰہی

اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

(۱)

خالقِ کائنات جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، زیورِ علم وعقل سے اُسے آراستہ کیا، اور جس نے انسان کی جسمانی نشوونما، اور اُس کی مادی زندگی کی ترقی وفلاح کے لیے کارگاہِ ہست وبود کو رنگ رنگ کے نقش ونگار سے سجایا اور انسانی تربیت وکامرانی کے لیے ایک مخصوص نظام کے ماتحت قطعی و حتمی وسائل معیشت پیدا کیے کیونکر ممکن تھا کہ وہ مادّی زندگی کے وسائل کے ساتھ انسان کی روحانی واخلاقی زندگی کے لیے کامیاب اور ناقابلِ انکار وسائل وذرائع مہیا نہ کرتا۔ اور اُس کو ایک قطعی دستور العمل کی روشنی میں تہذیبِ نفس، تزکیۂ باطن اور انجلاءِ روح کی راہ نہ دکھاتا۔ یہ کس طرح باور کیا جاسکتا ہے کہ مدنی الطبع انسان کے گرد وپیش اُس کے ابناءِ جنس کا ہجوم اکٹھا کردیا جائے۔ طرح طرح کی صنعتوں اور حرفتوں کے آلات جمع کردیے جائیں، اوراس کے باوجود اُسے یہ نہ بتایا جائے کہ وہ اپنے بنی نوع کے ساتھ کیا معاملہ کرے، اور اُن آلات کو کس طرح کام میں لاکر اُن کو اپنی مدنی زندگی کے لیے فائدہ مند بنائے۔ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے لیے خدا کے بتائے ہوئے کسی خاص دستور العمل کی کیا ضرورت ہے؟ عقل انسانی ان تمام مشکلات میں رہنمائی کرنے اور نظم واجتماع کی گتھیوں کو حل کرنے کے لیے کافی ہے لیکن تجربہ اور عقلی کمالات کا تاریخی تجزیہ شاہد ہے کہ عقل ہمیں زندگی کے اہم مسائل سے متعلق کسی قطعی نتیجہ پر نہیں پہنچاتی۔ عام انسانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے، آج عقل وخرد کی انتہائی ترقی کے دور میں بھی عقلاءِ

روزگار کا اختلاف اسی طرح ہے جس طرح حضرت عیسیٰ ؑ سے سات سو برس پہلے یونان کے حکماء اور فلاسفہ میں تھا۔ زندگی کے کسی معمولی سے معمولی مسئلہ کے متعلق بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا کی تمام عقلیں اُس کے ایک کامیاب حل پر متفق ہو گئی ہیں۔ یہ حال تو عالم محسوسات و مادیات کا ہے جس کی ہر چیز کو ہم اپنے دائرہ احساس و شعور ہیں مقید پاتے ہیں۔ پھر اُن مسائل میں صرف عقل کی رہنمائی کو کس طرح کافی اور مکمل تسلیم کیا جا سکتا ہے جن کا تعلق مادیات سے نہیں بلکہ انسان کی روحانی دنیا سے ہے اور جن کا اثر جسمانی نشو و نما پر نہیں۔ بلکہ روحانی و اخلاقی فلاح و بہبود پر پڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے آج کل کے اُن عقلی انکشافات و تحقیقات کا ماتم کیا ہے۔ جنہوں نے انسان کی مادی ترقی کے لئے بڑی بڑی راہیں کھول دیں مگر انسان کی روحانی تشنگی کو دور کرنے کے لیے وہ ایک جرعۂ آب بھی فراہم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ فرماتے ہیں :۔

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا
ڈھونڈھنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

جس طرح آگ، پانی اور ہوا بقارِ حیات کے لیے ضروری ہیں اور یہ سب قدرت کی ہی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ اسی طرح ضروری ہے کہ ہماری روحانی زندگی کے لیے بھی ایک ایسا قدرتی دستور العمل ہو جس پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی روح کو زندہ رکھ سکیں، اور یہ دستور العمل انسان کے عقل و فہم کا بنایا ہوا نہ ہونا چاہیے بلکہ ضروری ہے کہ وہ خدا کا ہی بنایا ہوا، اور اُسی کا بھیجا ہوا ہو۔ جو لوگ خدا کے وجود کے قائل ہیں اور اُس کو حی، قیوم، قادر مطلق اور حکیم علی الاطلاق مانتے ہیں، اُن کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ خدا کی قدرتِ کاملہ، مرتب و منظم تخلیقِ کائنات، اور انسان کو اشرف المخلوقات بنانے کا ہی یہ طبعی اقتضا ہے کہ انسان کے ہاتھ میں کوئی ایسا مکمل خداوندی مجموعۂ احکام و قوانین بھی ہو جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ کیا جا سکے اور روحانی زندگی پر جس کا اثر ایسا ہی قدرتی ہو جیسا کہ پانی اور ہوا

دنیا مادی وجسمانی زندگی پر۔

اس قسم کے قوانین کا مجموعہ ہی مذہب کی زبان میں شریعت کہلاتا ہے، اور جو مذہب حق ہوگا اس کی شریعت بھی خدا کی بنائی ہوئی۔ اور اُس کی بھیجی ہوئی ہوگی۔

قرآن اور وحی | چونکہ تمام اعتقادات اور ایمان و عمل کا دار و مدار اس یقین پر ہے کہ پیغمبر کی زبانِ حق ترجمان سے جو کچھ ادا ہو رہا ہے وہ منجانب اللہ ہے۔ اور جن احکام کے اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے ہی ارشاد فرمائے ہوئے ہیں۔ اور پھر اسلام دنیا کا آخری مذہب حق ہے۔ اور تمام ادیان سابقہ سے زیادہ کامل و مکمل۔ اور پھر اُس کی دعوت کسی خاص ملک اور قوم کے لیے نہیں، بلکہ تمام بنی نوع انسان اس کے مخاطب ہیں۔ اس لیے تمام مذاہب کی آسمانی کتابوں میں یہ خصوصی امتیاز و شرف صرف قرآنِ مجید کو حاصل ہے کہ جس تکرار و تاکید سے اُس نے اپنا منزل من اللہ ہونا بیان کیا ہے۔ کسی اور کتاب نے اپنی نسبت اس شد و مد اور تاکید و تکرار سے بیان نہیں کیا۔ ایک جگہ ارشاد ہے:۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا	اور اگر تم کو اس کی طرف سے شبہہ ہو جو ہم نے اپنے
علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ	بندے (محمد) پر اتارا ہے تو اسی طرح کی ایک سورۃ
وادعوا شھداءکم من دون اللہ	تم بھی بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے گواہوں کو
ان کنتم صٰدقین۔	بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا جاتا، بلکہ سخت تہدید کے انداز میں فرمایا جاتا ہے۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا	پھر اگر تم ایسا نہ کر دو (یعنی قرآن کی سورۃ کا مثل لاؤ)
النار التی وقودھا الناس والحجارۃ	اور تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ تو ڈرو اُس آگ سے
اُعدت للکافرین۔	جس کا ایندھن انسان اور پتھر بنیںگے۔

ایک مقام پر ہے :-

قُل لَّئِنِ اجتمعتِ الاِنسُ والجِنُّ علیٰ اَن یاتوا بمِثلِ ھٰذا القراٰنِ لایاتونَ بمِثلہٖ ولو کانَ بعضُھم لِبعضٍ ظھیرًا۔

(اے نبی) آپ فرما دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جن اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں، تب بھی وہ اس کا مثل نہیں لاسکینگے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

ایک جگہ قرآن مجید کو مُنَزَّل من اللہ نہ ماننے والوں کو تحدّی اس طرح کی گئی ہے۔

ام یقولون افتراہٗ قل فأتوا بسورۃٍ مِثلہٖ وادعوا مَن استطعتُم مِن دونِ اللہِ اِن کُنتُم صٰدقین

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے خود اسے گھڑ لیا ہے (اے نبی) آپ فرما دیجیے کہ اچھا اگر ایسا ہے تو تم اس جیسی ایک سورۃ تو لے آؤ، اور اللہ کے سوا جن کو تم بلاسکتے ہو بلالو۔

یہ لوگ جو قرآن مجید کو اللہ کا کلام نہیں مانتے اُنکی نسبت فرمایا گیا کہ یہ محض اپنی کوتاہ علمی اور ناواقفیت کے باعث ایسا کہتے ہیں اور اُس امر کی نسبت جھوٹ بولتے ہیں جسے یہ خود نہیں جانتے۔ آیت بالا کے بعد ہی ارشاد ہے۔

بَل کذّبوا بما لم یحیطوا بعلمہٖ ولمّا یاتِھِم تاویلُہٗ کذٰلک کذّبَ الّذین مِن قبلِھِم فانظر کیف کانَ عاقبۃُ الظّٰلِمِین۔

بلکہ اُنہوں نے ایسی چیز کی تکذیب کی ہے جس کے علم کا اُنہوں نے احاطہ نہیں کیا۔ اور جسکی اصل حقیقت اُنکے سامنے نہیں آئی۔ اسی طرح اُن لوگوں نے تکذیب کی ہے جو اُن سے پہلے تھے۔ پس دیکھو کہ ظالموں کا

ایک اور جگہ ارشاد ہے :-

ام یقولون افتراہُ قل فأتوا بعشرِ سُوَرٍ مِثلہٖ مُفتریٰتٍ وادعوا مَنِ استَطَعتُم مِن دونِ اللہِ اِن

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے (اے نبی) آپ کہہ دیجیے کہ اچھا اس طرح کی دس گھڑی ہوئی سورتیں ہی لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا جن کو تم

كُنتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا	بنا سکتے ہو اُنہیں بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ اور اگر وہ کچھ
لَكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ	جواب نہ دیں تو جان لو کہ وہ اللہ کے علم سے اُتارا
وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ	گیا ہے۔ اور یہ کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
مُّسْلِمُوْنَ ۔	تو کیا تم ایمان لانے والے ہو؟

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منکرین کی ہوا پرستی کا اس طرح یقین دلایا جاتا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا	(اے محمد) اگر وہ آپ کو جواب نہ دیں تو آپ جان
يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَمَنْ اَضَلُّ	لیجیے کہ یہ لوگ صرف اپنی خواہشوں کا اتباع
مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ	کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں سے زیادہ گمراہ کون ہے
اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ	جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کا اتباع
الظّٰلِمِيْنَ ۔	کرتے ہوں۔ کوئی شبہ نہیں کہ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا

یہ آیات جو اوپر گذریں ان میں قرآنی اعجاز فصاحت و بلاغت کو پیش کر کے سخت ترین تحدی کی ہے اور کفار و مشرکین کے عجز سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی وحی ہے۔ ان آیات کے علاوہ بکثرت دوسری آیتیں بھی ہیں جن میں قرآن مجید کے وحی ہونے پر بعض جزئی واقعات اور قرآن مجید کے مضامین و مطالب سے استدلال کیا گیا ہے، مثلاً

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا	یا کہتے ہیں کہ یہ قرآن خود بنا لایا ہے (کوئی نہیں)
يُؤْمِنُوْنَ ۔ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ	بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اب اُن کو چاہیے کہ کوئی
مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۔	بات اسی طرح کی لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ	یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ کے پاس بطور وحی بھیجتے
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ	ہیں اور آپ اُن کے پاس نہیں تھے جب انھوں نے
وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۔	اپنی کوششیں ایک جگہ مرکوز کر لیں اور وہ تدبیریں کرنے لگے۔

حضرت مریمؑ کے واقعہ کے ذکر کے بعد ارشاد ہے:۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ	یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ پر وحی کرتے ہیں اور
اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ	آپ اُن لوگوں کے پاس نہیں تھے جب وہ قرعہ اس
يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ	غرض سے ڈال رہے تھے کہ مریم کی کفالت کون کریگا
مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ	اور اُس وقت بھی آپ اُن کے نزدیک نہیں تھے جبکہ
يَخْتَصِمُوْنَ ۔	وہ جھگڑ رہے تھے۔

دیکھیے! اس آیت میں دو مرتبہ "وما كنت لديهم" فرما کر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود اُس موقع پر تشریف نہیں رکھتے تھے۔ تو اب قدرتی طور پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آپ کو معلوم کیونکر ہوا؟ قرآن مجید اس کا جواب دیتا ہے کہ "نوحيه اليك" ہم آپ پر اس کی وحی بھیجتے ہیں، یہ واضح رہنا چاہیے کہ کسی واقعہ کو معلوم کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اُس کو کسی اخبار یا کتاب میں پڑھا جائے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی سے اُس کو سُننے کا اتفاق ہوا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ دونوں صورتیں نہیں تھیں۔ آپ نے خود "لستُ بقارئ" "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں" فرما کر پہلی صورت کی نفی کر دی۔ رہی دوسری صورت یعنی یہ کہ آپ کو کسی نے یہ واقعاتِ غیب سُنائے ہوں، تو قرآن مجید اس کی تردید اس طرح کرتا ہے۔

تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ	یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کے پاس
اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا	بطور وحی بھیجتے ہیں اس سے پہلے اس کو نہ آپ

قومُكَ مِنْ قبلِ هٰذا ۛ فاصبِرْ إنَّ العاقِبَةَ لِلمتّقِين۔
جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔ آپ صبر کیجیے۔ کوئی شبہ نہیں کہ عاقبت پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

وماكُنتَ بِجانِبِ الغربِيِّ إذْ قَضينا إلى موسى الأمرَ وما كُنتَ مِنَ الشّٰهدِين۔
اور (اے نبی) آپ طور کی جانب مغربی میں نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف اپنا فیصلہ نازل کیا اور آپ اُس وقت وہاں موجود نہ تھے۔

اس کے بعد ہے۔

ولٰكِنّا أنشأنا قُرُونًا فتطاولَ عليهِمُ العُمُرُ وماكُنتَ ثاوِيًا في أهلِ مَديَنَ تتلوا عليهِم آياتِنا ولٰكِنّا كُنّا مُرسِلِين۔
لیکن ہم نے بہت سارے قرن پیدا کیے پھر ان کی لمبی عمریں گذر گئیں اور آپ مدین کے لوگوں میں بھی مقیم نہ تھے کہ اُن پر ہماری آیات کی تلاوت کرتے ہوں لیکن ہاں ہم آپ کو رسول بنا کر بھیجنے والے تھے۔

پھر اس کے بعد جو آیت ہے اُس میں بھی اسی مضمون کا اعادہ کیا گیا ہے۔

وما كُنتَ بِجانِبِ الطُّورِ إذْ نادينا ولٰكِن رحمةً مِن ربِّكَ لِتُنذِرَ قومًا ما أتٰهُم مِن نذيرٍ مِن قبلِكَ لعلّهُم يتذكّرون۔
اور آپ طور کے کسی کنارہ پر نہیں تھے جب ہم نے ندا دی لیکن آپ کو (یہ واقعہ) محض اپنے رب کی رحمت سے معلوم ہوا ہے تاکہ آپ اُس قوم کو ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت [حاصل کریں]

جزئی واقعات کے علاوہ قرآن مجید میں اختلاف کے نہ ہونے سے بھی اُس کے مُنزل مِن اللہ ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

أفلا يتدبّرونَ القرآنَ ۛ ولو
تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اور اگر وہ اللہ

كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا — کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت

فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔ — کچھ اختلاف پاتے ۔

اہل کتاب اگرچہ زبان سے انکار کرتے تھے ۔ لیکن دل میں وہ بھی جانتے تھے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکینِ قلب کے لیے اس کا بھی ذکر کرتا ہے ۔

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ — اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں

اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ — کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۔ — ہوئی ہے پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوجیے ۔

ایک دوسری آیت میں اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے ۔

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ — اور وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو

اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ — کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا

الْحَقَّ — ہے وہی حق ہے ۔

ایک اہل کتاب کا قرآن کے مُنَزَّل من اللہ ہونے پر شہادت دینا کوئی ایسی اہم بات نہ تھی ۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ قرآن کے مُنَزَّل من اللہ ہونے کے جتنے ثبوت بھی پیش کیے جاسکتے ہیں وہ پیش کردیے جائیں تاکہ اصل معاملہ کی اہمیت پورے طور پر واضح ہوجائے ۔ اور بار بار کے فرمانے سے لوگوں کو یقین آجائے کہ واقعی قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے ۔ اس کے وجود میں کسی انسان کے صنع وعمل کو بالکل دخل نہیں ۔ اس بنا پر ایک اہل کتاب کی شہادت کو بھی خاص اہتمام سے بیان کیا گیا ۔ ارشاد ہوتا ہے ۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ — (اے نبی) آپ فرمادیجیے کہ اگر یہ قرآن اللہ پاک کی طرف

وکفرتم بہٖ وشہد شاہدٌ — کی ہو، اور تم اُس کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ درانحالیکہ بنی
مّن بنی اسرائیل علیٰ مثلہٖ — اسرائیل کے ایک شخص نے قران کے منزل من اللہ
فاٰمن واستکبرتم ان اللہ — ہونے کی شہادت دی اور ایمان بھی لے آیا، اور تم نے
لا یھدی القوم الظالمین — استکبار کیا (تو بتاؤ تمہارا حشر کیا ہوگا؟) بلاشبہ اللہ تعالیٰ
ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

پھر صرف ان استدلالات پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ بعض دریدہ دہن مشرکین وکفار قران کے منزل من اللہ ہونے پر جو اعتراضات کرتے تھے اُن سب کے بھی جوابات دیے گئے ہیں۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ اگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو اُس میں نسخ نہ پایا جاتا۔ قرآن میں اس اعتراض اور اُس کے جواب کا ذکر اس طرح ہے۔

واذا بدّلنا اٰیۃً مّکان اٰیۃٍ — اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت رکھتے ہیں
واللہ اعلم بما ینزّل قالوا — اور اللہ تعالیٰ جو کچھ نازل کرتا ہے اُسے خوب جانتا ہے
انّما انت مفترٍ بل اکثرھم — تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کلام گھڑنیوالے ہیں (نہیں!)
لا یعلمون۔ — بلکہ ان میں سے اکثر جانتے ہی نہیں ہیں۔

پھر اس کے جواب میں حضور کو تلقین کی جاتی ہے:۔

قل نزّلہٗ روح القدس — آپ فرما دیجیے کہ اس قرآن مجید کو میرے رب کی طرف
من رّبک بالحق لیثبّت — سے روح القدس لے کر آئے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لے
الذین اٰمنوا وھدًی وبشریٰ — آئے ہیں اُن کو ثابت قدمی حاصل ہو اور یہ مسلمانوں
للمسلمین۔ — کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ حضور کا کوئی معلّم ہے جو آپ کو یہ تمام باتیں سکھاتا ہے اس قول میں

بہتان تراشنے والے خود مختلف تھے۔ کوئی کسی نصرانی کا نام لیتا تھا۔ اور کوئی کسی یہودی غلام کا۔ مگر تھے یہ دونوں عجمی۔ کیونکہ اگر عربی ہوتے تو پھر اختلاف کی کوئی وجہ نہ تھی متعین طور پر وہ کسی ایک شخص کا نام لے سکتے تھے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر اس طرح پر کیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُولُونَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِى يُلْحِدُونَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ ۔

اور ہم کو خوب معلوم ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو ایک انسان (قرآن مجید) سکھاتا ہے۔ جس شخص کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں اُسکی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن کی زبان تو صاف اور واضح عربی ہے۔

پھر ان لوگوں کے جھوٹ پر اس طرح مُہر توثیق ثبت کی گئی۔

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۔

یہ جھوٹ کا افترا وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اور یہی وہ لوگ ہیں جو جھوٹے ہیں

۔ مشرکین اور اہل کتاب میں فرق یہ تھا کہ مشرکین کسی آسمانی کتاب اور صحیفۂ خداوندی سے آشنا ہی نہ تھے، اس لیے جب وہ سُنتے کہ قرآن مجید اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے تو اُس کو بہت ہی مستبعد سمجھ کر اس سے انکار کرتے تھے۔ ان کے برخلاف اہل کتاب کا حال یہ نہ تھا۔ یہودی اور عیسائی دونوں خداوندی کتابیں رکھتے تھے۔ اور اس لیے وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ خدا کبھی کبھی اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے ذریعہ اپنا کلام و پیام انسانوں تک پہنچاتا ہے۔ اس بنا پر بہ نسبت مشرکین کے اہل کتاب سے زیادہ توقع تھی کہ وہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے پر جلد ایمان لے آئینگے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا

اور اہل کتاب سے جھگڑا مت کرو مگر اچھے طریقہ پر مگر

بِالَّتِی ھِیَ احسنُ اِلَّا الذین ظلموا	اُن اہل کتاب سے جنھوں نے ظلم کیا ہے۔ اور تم کہو کہ
مِنْھم وقولوا اٰمنّا بِالَّذِی	ہم ایمان لائے ہیں اُس کتاب پر جو ہم پر نازل کی
اُنزِلَ الینا واُنزِلَ الیکم و	گئی۔ اور جو تم پر نازل کی گئی ہے، اور ہمارا اور تمہارا
اِلٰھُنا وَاِلٰھُکُمْ واحدٌ ونحنُ لہٗ	معبود ایک ہے اور ہم اُس کے فرمانبردار ہیں
مُسلِمون ۔ وکذٰلِکَ اَنزلنا	اور (اہل کتاب کی ہی طرح) ہم نے آپ پر کتاب
الیکَ الکتٰبَ فالَّذِین اٰتینٰھُمُ	نازل کی ہے۔ پس جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی
الکتٰبَ یؤمِنون بہ ومِن	ہے وہ اُس پر ایمان لے آتے ہیں، اور ان اہل مکہ
ھٰؤلاءِ مَنْ یؤمن بہ وما یجحد	میں سے بھی بعض وہ ہیں جو قرآن پر ایمان لے آئے ہیں
بِاٰیٰتِنَا اِلَّا الکافرون ۔	اور ہماری آیات سے انکار و جحود تو کفار ہی کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا بھی قرآنِ مجید کے منزل من اللہ ہونے کی قوی دلیل ہے۔ آپ کی یہ اُمیت ایسی مُسلّمہ حقیقت تھی کہ کفار و مشرکین عرب نے آپ کی نسبت طرح طرح کے بہتان تراشے معاذ اللہ۔ آپ کو ساحر کہا، کاہن کہا، اور یہ بھی کہا کہ کوئی اور شخص ہے جو آپ کو قرآن کی آیات بتاتا ہے۔ لیکن ان میں ایک شخص بھی نہ تھا جس نے آپ کی اُمیت سے انکار کر کے یہ کہا ہو کہ آپ تو نزولِ قرآن سے پہلے بھی لکھتے پڑھتے تھے۔ قرآن کی طرح فصیح و بلیغ کلام کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید کے منزل من اللہ ہونے کے ثبوت میں اس کو بھی بیان کرتا ہے۔

وما کنتَ تتلوا مِن قبلہٖ مِن	اور آپ نزول قرآن سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے
کتٰبٍ وَلا تخُطّہٗ بیمینکَ اِذًا	اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اس کے باوجود یہ
لارتابَ المُبطِلون ۔	باطل پرست شک و شبہ کرتے ہیں۔

اس سے آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے:۔

بل ھو اٰیٰتٌ بیّنٰتٌ فی صدورِ الذین اوتوا العلمَ وما یجحد باٰیٰتنا الا الظّٰلمون

بلکہ یہ قرآن اُن لوگوں کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا ہے روشن نشانیاں ہیں اور ہماری آیات کا انکار صرف ظالم لوگ ہی کرتے ہیں۔

بعض مشرکین کا خیال تھا کہ قرآن مجید کا القاء شیاطین کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور عموماً کاہن غیب کی باتیں بیان کرتے ہی ہیں۔ آپ بھی کاہن ہونے کی بنا پر اس طرح کے واقعات کی خبر دیتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس وسوسۂ شیطانی کی تردید بھی نہایت پر زور الفاظ میں کی ہے۔ ارشاد ہے۔

وما تنزّلت بہ الشّیٰطین۔ و ما ینبغی لھم وما یستطیعون

اور اس قرآن کو شیاطین نے نہیں اُتارا اور نہ یہ اُن کے لائق ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔

وما ھو بقول شیطٰن رجیم۔ فاین تذھبون۔

اور یہ قرآن مردود شیطان کا قول نہیں ہے۔ پس تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔

قرآن مجید کو بعض لوگ شاعرانہ کلام کہتے تھے۔ اس کی بھی تردید کی گئی۔

وما ھو بقولِ شاعرٍ قلیلاً ما تؤمنون۔ ولا بقولِ کاھنٍ قلیلاً ما تذکّرون۔

اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں۔ تم بہت ہی کم یقین کرتے ہو، اور نہ وہ کسی کاہن کا قول ہے۔ تم بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔

پھر ان سب اعتراضات اور وساوس شیطانی کی تردید کے بعد اللہ تعالیٰ خود اپنی اور فرشتوں کی شہادت سے قرآن کے مُنزّل من اللہ ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔

لٰکن اللہ یشھد بما اُنزل الیک اَنزلہٗ بعلمہٖ والملٰئکۃ یشھدون وکفٰی باللہِ شھیدًا۔

لیکن اللہ اُس کی شہادت دیتا ہے جو آپ کی طرف اُتارا گیا ہے، اللہ نے اُس کو اپنے علم سے اُتارا ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور گواہی کے لیے تو صرف اللہ ہی کافی ہے

اوپر جو آیات گذری ہیں دو طرح کی ہیں۔ ایک وہ جن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے وحی ربانی ہونے کے متعدد دلائل بیان فرمائے ہیں اور دوسری قسم کی آیات وہ ہیں جن میں حضرتِ باری عز اسمہ نے قرآن مجید سے متعلق کفار و مشرکین کے بیہودہ خیالات، باطل توہمات، اور وساوس شیطانی کی پُرزور تردید کی ہے۔

ان کے علاوہ کثرت سے وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بالکل صاف اور واضح الفاظ میں صرف یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید اللہ کا نازل کیا ہوا ہے۔ مثلاً:

اِنَّا انزلنٰہُ فی لیلۃٍ مُّبارکۃٍ۔	بیشک ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں اُتارا
انّا انزلنٰہ فی لیلۃِ القدر۔	بے شبہ ہم نے اس کو شب قدر میں نازل کیا۔
تنزیلًا مِّمَّن خلق الارض والسّمٰوٰتِ العُلیٰ۔	یہ قرآن مجید کا نزول اُس ذات کی طرف سے ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔
قُل انزلہُ الّذی یعلمُ السِّرَّ فِی السّمٰوٰتِ والارض۔	اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اس قرآن کو اُس ذات نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھیدوں سے واقف ہے
اِنّا نحن نزّلنا علیک القرآن تنزیلًا	ہم نے ہی آپ پر قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر اُتارا ہے۔
انّا نحن نزّلنا الذکر و انّا لہٗ لحٰفظون۔	ہم نے ہی اس نصیحت (قرآن) کو اُتارا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

پھر صرف اس قدر بتلانے پر ہی اکتفا نہیں کیا کہ قرآن اللہ کی بھیجی اور اُس کی نازل کی ہوئی کتاب ہے۔ بلکہ یہ بھی بتایا کہ اُسے کس ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ من کان عدوًّا لجبریلَ — اے محمد آپ فرما دیجیے کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے
فانہٗ نزّلہٗ علٰی قلبِك — ہوا کرے۔ اُنہوں نے ہی تو اس قرآن کو اللہ
باذن اللہِ۔ — کے حکم سے آپ کے دل پر اُتارا ہے۔

نزل بہ الروح الامین علٰی — اس قرآن مجید کو جبریل لے کر نازل ہوئے ہیں۔
قلبك لتکونَ من المنذرین — آپ کے دل پر تاکہ آپ (اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں

قل نزّلہ روح القدس من — اے محمد آپ فرما دیجیے کہ آپ کے رب کی طرف سے
ربك بالحق۔ — اس قرآن کو روح القدس (جبریل) لیکر نازل ہوتے ہیں

یہ بتانے کے بعد کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے جس کو جبریلؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اس امر کی ضرورت تھی کہ قرآنِ پاک اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت رسالت پر بھی روشنی ڈالتا اور یہ بتاتا کہ حضور تو صرف ایک پیغامبر ہیں جو اللہ کا پیام جوں کا توں بغیر کسی ادنیٰ کم وکاست کے خدا کے بندوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ اُس پیام کا از خود تصنیف کرنا تو کجا، آپ کو پیامِ الٰہی میں برائے نام قطع و برید کا بھی حق نہیں، اس سلسلہ میں بعض آیات وہ ہیں جن میں عمومی اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس عموم کے ماتحت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات بھی داخل ہے۔ مثلاً یہ آیت:

وما کانَ ھٰذا القراٰنُ ان — اور یہ قرآن وہ نہیں ہے کہ غیر خدا کی طرف سے گھڑ
یُفتریٰ من دون اللہ ولٰکن — لیا گیا ہو، لیکن اُس کتاب کی تصدیق ہے جو اس
تصدیقَ الذی بینَ یدَیہ — سے پہلے نازل ہوئی اور اُس کی تفصیل ہے اس
وتفصیل الکتٰب لاریب فیہ — قرآن کے رب العلمین کی طرف سے ہونے میں
مِن ربِّ العٰلمین۔ — کوئی شک نہیں۔

دوسری آیات وہ ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ وہ ...نے متعلق اعلان کر دیں کہ آپ کا کام صرف اللہ کی نازل کی ہوئی وحی کا پہنچا دینا، اور اُسی کا اتباع ...تا ہے۔ ارشاد ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ۔ — آپ فرما دیجیے کہ میں تو صرف اُس چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے وحی کیجاتی ہے۔

پھر دوسری آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یقین دلایا گیا کہ آپ اپنی طرف ...ے کچھ نہیں فرماتے۔ خدا کی طرف سے جو وحی آتی ہے اُس کو بعینہ لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جیسا کہ

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ — آپ اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے۔ آپ کا نطق وہی ہے جس کی آپ پر وحی ہوئی ہے۔

...ں تصریح کی گئی ہے۔ اور (معاذ اللہ) اگر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرنی ...ی چاہیں تو نہیں کر سکتے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ۔ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْہُ حَاجِزِیْنَ۔ — اور وہ (محمد) بعض باتیں بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے تو ہم ضرور اُن کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اُن کی رگ گردن کاٹ ڈالتے اور تم سے کوئی اُس سے روکنے والا نہ ہوتا۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ وَ یَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ — کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ محمد نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ پس اگر اللہ چاہتا تو وہ آپ کے دل پر مہر لگا دیتا اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے قائم و ثابت

بِكَلِمٰتِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ کرتا ہے۔ بے شبہ وہ دلوں کے اسرار کو خوب واقف ہے۔

اسی بات کا یقین دلانے کے لیے کہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو بحیثیت رسول لوگوں تک پہنچانے والے ہیں۔ فرمایا گیا

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۔ کوئی شبہ نہیں کہ یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے۔

غور کیجیے یہاں آپ کا نام نہیں لیا جاتا۔ یا آپ کا کوئی اور وصف بیان نہیں کیا گیا۔ صرف رسول کہا جاتا ہے۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ آپ قرآن جو کچھ سناتے ہیں محض بطور رسول سناتے ہیں نہ کہ بحیثیت مصنف (نعوذ باللہ) ورنہ وہ سب کلام کل کا کل اللہ کا کلام ہے۔ پھر رسول کی صفت کریم لاکر اس حقیقت کی طرف رہنمائی کی گئی کہ آپ خائن یا غیر دیانتدار قاصد نہیں، بلکہ نہایت کریم و شریف ہیں۔

جس طرح عام انسانوں اور خدا کے درمیان کلام اللہ کے پہنچنے کا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی طرح اللہ اور آپ کے درمیان حضرت جبریل ع واسطہ ہیں۔ ہو سکتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید جیسا نازل ہوا آپ نے بالکل اسی طرح لوگوں تک پہنچا دیا ہو لیکن جبرئیل امین سے کچھ غلطی یا ردو بدل ہو گیا ہو۔ اس بنا پر ضروری تھا کہ جس طرح قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "رسول کریم" فرما کر آپ کی حقانیت و صداقت کی توثیق کی گئی ہے۔ حضرت جبرئیل ؑ سے متعلق بھی اسی طرح کی توثیق کیجاتی۔ چنانچہ حضرت جبرئیل ع کے بارہ میں بھی ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۔ بے شبہ یہ معزز قاصد کا قول ہے جو قوی ہے۔ رب العرش کے نزدیک بڑے مرتبہ والا ہے۔ فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ امین بھی ہے۔

(باقی)